مقدمہ باغِ فدک

وہی مجرم، وہی منصف

مصنف عبدالکریم مشتاق

مقدمۂ باغِ فدک

وہی مجرم، وہی منصف

مصنف

عبدالکریم مشتاق

ناشر

رحمت اللہ بک ایجنسی ناشران و تاجران کتب

بمبئی بازار نزد خوجہ شیعہ اثنا عشری مسجد کھارادر کراچی ۲

حقوق دائمی ترجمہ و تالیف بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ———— مقدمہ باغ فدک

المعروف ———— وہی مجرم، وہی منصف

مصنف ———— عبدالکریم مشتاق

کتابت ———— دارالکتابت مسافرخانہ

تعداد اشاعت ———— پانچ سو ۵۰۰

مطبع ———— الناظر پریس کراچی

قیمت ————

شائع کردہ

رحمت اللہ بک ایجنسی ناشران و تاجران کتب،

بمبئی بازار نزد خوجہ شیعہ اثنا عشری مسجد کھارادر کراچی ۲

(۵) راویوں کی تعداد کتنی ہے۔

(۶) اس حدیث کے بیان ہونے کا موقعہ و محل کیا تھا۔

چنانچہ آئیے اب ہم حضرت ابوبکر کی بیان کردہ حدیث کو ہر ایک بیان کردہ قاعدہ کی روشنی میں پرکھتے ہیں۔

ہیکیہ حدیث خلافِ عقل ہے | زیر بحث حدیث یہ ہے کہ:

"نحن معاشر الانبیاء لا نرث و لا نورث ما ترکناہ صدقة" (یعنی ہم گروہ انبیاء نہ کسی سے میراث لیتے ہیں اور نہ ہم سے کوئی میراث پاتا ہے ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔)

اب ہم عقلاً یہ پہلو زیر غور لاتے ہیں کہ پیغمبر جو شریعت کے احکام لاتے ہیں وہ احکامات ان پر حاوی ہوتے ہیں یا نہیں۔ پیغمبر خود اپنی شریعت پر عمل کرتے ہیں کہ اوروں کو نصیحت اور خود میاں فضیحت کی مثال کے مطابق اُن پر صرف پیغام و احکامات اُمت تک پہنچا دینا ہی کافی ہے اور عمل ان کے لئے ساقط ہے۔ اگر ایسا ہے تو صریحاً خلاف عقل ہے کہ امت کو حکم دے کہ چوری نہ کرو، زنا سے بچو، جھوٹ نہ بولو، شراب نوشی ترک کردو، لیکن خود چوری بھی کرے، زنا بھی کرے، جھوٹ سے بھی پرہیز نہ کرے اور شراب و کباب کی محفل بھی سجائے۔ لوگوں کو نماز و روزہ کی تلقین کرے لیکن خود نہ نماز پڑھے اور نہ روزہ رکھے۔ کیا ایسا شخص عالم انسانیت کو ہادی قبول ہوگا؟ ہرگز نہیں انسانیت ایسے پیغمبر کی ضرورت مند ہے جس کا عمل اسکی شریعت کی مکمل تشریح ہو۔ اور یقیناً آخر الزمان رسول بھی اپنی شریعت پر عامل کامل تھے۔ اور ساری شرع پر حضور نے بذات خود عمل فرمایا پھر آخر حکم ترکہ میں حضور کا عمل خلاف شریعت کیوں ہوا؟ سارے نبیوں کو تو حکومت حاصل نہیں تھی نہ ہی سب انبیاء کے پاس جاگیریں تھیں۔ کیا ایسے انبیاء کی رحلت کے بعد اُن کا ساز و سامان امت میں تقسیم ہو جایا کرتا تھا اور نبی کے ورثا اُمت کے رحم و کرم پر چھوڑ دئے جاتے تھے نہیں

توحالات انبیاء میں ایسی کوئی ایک بھی مثال نہیں مل سکی ہے۔ اگر یہ خدائی قانون ہوتا تو حضرت سلیمانؑ اپنے والد حضرت داؤد کے بعد بادشاہ کی بجائے فقیر ہوتے۔ پیغمبروں کی اولاد کو اس طرح محروم رکھنا صریحاً ظلم ہے۔ آخر پیغمبر کے بھی اہل و عیال ہوتے ہیں انہوں نے خدا کا کیا بگاڑا ہے کہ ایک جائز حق سے اُن کو مستفید ہونے پر پابندی لگادی گئی ہے۔

اس حدیث کا نتیجہ کس قدر افسوسناک ہے کہ پیغمبر کے گذر جانے کے بعد اس کے مال ومتاع کی تو اُمت مالک ہوجائے مگر امت پر یہ فرض نہیں کہ بعد از رسول اس کے اہل وعیال کی پرورش کرے۔ پیغمبر کو یہ تو اجازت ہے کہ شادیاں کرکے اولاد پیدا کرے لونڈیاں رکھ لے۔ عورتوں سے بچے جنم لیں کچھ بچے صغیر السن اور کچھ قریب بلوغت ہیں اور اگر اس نبی کی وفات ہوجائے تو امت اس کا گھر بار لوٹ کرلے جائے اور اس کے بیوی بچے سڑک پر اپنی حالت زار کا ماتم کرنا شروع کردیں۔

یہ بے ہودہ کارستانی بھی محض تذلیل آل رسولؐ کے لئے اختراع کی گئی۔ اگر یہ حدیث درست ہوتی تو کم سے کم حقیقی وارثان رسولؐ کو اس کا علم ضرور ہوتا۔ حضورؐ پر لازم تھا کہ سب سے پہلے یہ حکم وہ اپنے وارثوں کو سناتے۔ اسی پریشانی کے عالم میں اہل حکومت کے ایک وکیل کو اعتراف کرنا کہ فاطمہؑ زہرا کا قضیہ مشکل ترین ہے کہ اگر کہا جائے حضرت سیدہ اس سے ناواقف تھیں جو ابوبکر نے حدیث سنائی تو یہ سیدہؑ سے بعید ہے۔ اور یہ خیال کرلیا جائے کہ انہوں نے سنی نہ تھی مگر جب ابوبکر نے بیان کی تو آپ نے اس کو قبول نہ کیا اور غضبناک ہوگئیں۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ غضب اس حدیث کے سننے سے پہلے تھا تو پھر یہ مشکل ہے کہ سیدہ تا دم وفات ابوبکر سے غضبناک کیوں رہیں؟ ملاحظہ کریں

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۳ ص ۴۵۳۔